UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020

DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21972020***

علمِ علل الحدیث کی اولین وبنیادی کتب کا تعارفی واسلوبیاتی جائزہ

Foremost & Primary Books of the Science of ʻilal al ḥadīth: An Introductory and Methodological Study.

Yasir Farooq
PhD. Scholar, Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore.
Email: yasirfarooq797@gmail.com

Dr. Ghulam Ali Khan
Professor, Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore.

Abstract:
Science of ʻilal (hidden defects) has a great influence on ḥadīth and its sciences regarding acceptance or rejection of any ḥadīth as well as declaring it impractical. Since the Compilation of ḥadīth and establishing its sciences & principles, Moḥadithīns have paid a huge attention on this science especially to prevent aḥādīth from hidden defects and possible miscommunications of narrators . As it is reality, from the beginning, Moḥadithīns wrote a large amount of books containing of the symbolic principles, examples, precedents from defected aḥādīth as well as rules to find these hidden defects (ʻilal) and their possible places in chain of ḥadīth and text. This paper encompassed a methodological study of selected famous and basic sources of the said science and its principles, in which, author has presented methodology of foremost books of this science. The analytical method has been used in this study to examine these books and their importance & significance . The author finds that these books had a great impact on all other books written in the same domain or subject due to their vast canvas and full of all principles and scientifically discussions. Mostly books written after these books, rely on them un-doubtfully. In the certain time, these books may be accessed for multi-purposes i.e. to find defected aḥādīth, to assess status of specific ḥadīth, to evaluate a narrator's position with subject to his authenticity or rejection.

Keywords: *Science of ʻilal, Principles of Ḥadīth, Moḥadithīns, Defected Aḥādīth, Prophetic Narrations.*

علمِ علل الحدیث بنیادی طور پر کسی بھی حدیث کو سند و متن یا کسی ایک کے لحاظ سے ناقابلِ عمل قرار دینے کا ایک اصولی علم ہے۔ در حقیقت "علمِ علل الحدیث" کا فہم لفظِ علت سے جڑی مباحث سے ہوتا ہے ۔ علت یعنی ایسی پوشیدہ خامی کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں حدیث کے صحیح ہونے پر اعتراض کیا جاسکے۔ حدیث کے ماہرین کے نزدیک "علت" کی دو لازمی خصوصیات ہیں: ایک تو اس کا پوشیدہ ہونا اور دوسرے اس کے نتیجے میں حدیث کی صحت کا مشکوک ہو جانا۔ علت (سند یا متن کی یا دونوں کی) اگر کسی حدیث میں پائی جائے تو اسے معلّل کہتے ہیں اور اس مرحلہ کو جس میں اس کی نشان دہی ہوتی ہے یا کسی حدیث کو معلول قرار دیا جاتا ہے "علل الحدیث یا (عربی میں) اعلال الحدیث" در حقیقت احادیث میں متن و سند کی خامیوں کا جاننے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020

DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21972020***

اور جانچنے کا علم ہے۔ اس کی اہمیت میں اگر یہ کہا جائے کہ حدیث کو قابلِ عمل یا ناقابلِ عمل قرار دینے کا اصولی فیصلہ اس علم میں رسوخ کے بعد آتا ہے تو بے جانہ ہوگا۔ چنانچہ قرونِ اولیٰ میں اس پر جس قدر تحقیقات ہوئیں اور جس نہج پر ہوئیں، ان کا مقدور بھر استقصاء اس عنوان میں زیرِ بحث لایا جائے گا۔ تاہم اس سے قبل علمِ عللِ حدیث کی مبادیات پر مختصر وضروری کلام کی جارہی ہے۔

علمِ علل الحدیث کی باعتبارِ فن تعریف:

لفظی اعتبار سے اس کا معنیٰ ہے: حدیث کی علل کو جاننے والا علم۔ یہ علومِ حدیث کا دقیق ترین اور از حد احتیاط کا متقاضی علم ہے جس میں غلطی کا امکان یا مہارتِ تامہ کا نا ہونا بہت نقصان دہ ہے۔ نیز علوم الحدیث کی من جملہ انواع میں سے یہ سب سے جلیل القدر اور اہمیت کا حامل علم ہے۔ اس علم کی کوئی خاص اور جامع مانع تعریف منقول نہیں ہے۔ اس لیے راقم نے مختلف کتب کو دیکھنے کے بعد درج ذیل الفاظ بہ طورِ اصطلاح وضع کیے ہیں:

وهو علم مبني علي القواعد تكشف بها الأسباب الخفية القادحة والغامضة يفصل بها في قبول الحديث ورده

ایسا علم جو اُن قواعد پر مبنی ہو جس سے ایسے پوشیدہ و دقیق اور نقصان دہ اسباب واضح ہو سکیں جن سے حدیث کی قبولیت یا ردّ کا فیصلہ کیا جائے۔

اس علم میں محض کبار اور متقن قسم کے علماء و محدثین نے ہاتھ ڈالا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں خطا بسا اوقات فحش غلطی شمار ہوتی ہے۔ اس کا ملکہ اور صلاحیت بہت زیادہ تجربہ، تحقیق اور طویل ریاضت سے حاصل ہوتی ہے۔

علمِ علل الحدیث کی اہمیت:

علمِ علل الحدیث کی بنیاد تو صحابہ کرام کے دور سے ہی پڑ چکی تھی جس میں صحابہ کرام نے اخبار کی قبولیت میں احتیاط کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھنا شروع کر دیا تھا۔ بلکہ وہ اس میں وہم وخطا سے تحفظ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے شہادت کا تقاضا واہتمام فرماتے تھے۔ تاکہ کوئی ایسی بات غلط منسوب نا ہو جائے جو فرامین نبویہ میں سے نہیں۔ اس علم کی اہمیت وافادیت تمام علوم الحدیث میں بڑھ کر ہے اس لیے یہ علوم الحدیث میں اشرف اور اِجل علم قرار پاتا ہے اور فنون میں سے اس کا مرتبہ دیگر پر بہت ممتاز ہے۔ کیونکہ یہ علم منفعت کے اعتبار سے بھی دیگر علوم الحدیث پر حاوی ہے جیساکہ فائدے میں درج کیا گیا ہے۔ خطیب بغدادیؒ اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

معرفة علم علل الحديث أجلّ أنواع الحديث[1]

علمِ علل الحدیث کی معرفت دیگر علوم الحدیث کی تمام انواع میں جلیل القدر حیثیت کا حامل ہے۔

علمِ علل الحدیث درحقیقت حدیثی ذخیرہ کی تحقیق ہی ہے جس میں مختلف انواع کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے صحیح وسقیم کو الگ کیا جاتا ہے۔ اس لیے امام نوویؒ نے اس علم کی اہمیت 'علم علل الحدیث' کے طور پر بیان نہیں کی بلکہ علم تحقیق الحدیث کے نام پر بیان کی ہے۔[2] علمِ علل حدیث کی اس اعتبار سے اہمیت دوچند ہو جاتی ہے کہ اس کا بلاواسطہ تعلق حدیث نبوی کے ساتھ ہے۔ اس لیے کہ اس علم کے ذریعے سے آپ ﷺ کے فرامین میں سے صحیح تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ علمِ علل حدیث

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21972020***

کے ذریعے سے معلول روایات سے صحیح روایات کو اخذ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔اسی طرح مختلف اسانید میں سے صحیح سند اور متون میں سے صحیح متن کا دریافت کرنا بھی اسی علم پر موقوف ہے۔اس حوالے سے علامہ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں:

وأما أهل العلم والمعرفة والسنة والجماعة فإنما يذكرون علل الحديث نصيحة للدين وحفظاً لسنة النبي وصيانة لها وتمييزاً مما يدخل على رواتها من الغلط والسهو والوهم ولا يوجب ذلك عندهم طعناً في غير الأحاديث المعلّلة بل تقوى بذلك الأحاديث السليمة عندهم لبراءتها من العلل ، وسلامتها من الآفات فهؤلاء هم العارفون بسنة رسول الله حقاً وهم النقاد الجهابذة الذين ينتقدون انتقاد الصيرفي الحاذق للنقد البهرج من الخالص وانتقاد الجوهري الحاذق للجوهر مما دُلِّسَ به[3]

جہاں تک تعلق ہے اہلِ علم و معرفت اور اہل سنت والجماعت کا تو وہ علم علل حدیث کو دین کی بھلائی، سنت کی حفاظت اور اس کے تحفظ کے لیے حاصل کرتے ہیں، نیز وہ اس سے روات کی غلطیاں، سہو و وہم کو بھی جدا کرتے ہیں۔چنانچہ یہ علم ان کو معلل روایات کے علاوہ دیگر روایات میں طعن پر ہرگز نہیں اکساتا۔بلکہ علل والی روایات کی علیحدگی سے صحیح وسالم روایات تقویت پاجاتی ہیں اور دیگر آفات سے بچ جاتی ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جو حقیقی طور پر سنتِ رسول ﷺ کو جانتے ہیں اور یہ نقد کے ماہر صیرفی کی مانند نقد کرتے ہیں، جو حاذق نقّاد ہے، اور جوہری کی مانند جوہر کو ہر قسم کے دھوکے سے بچاتے ہیں۔

علمِ علل حدیث کی اہمیت اس اعتبار سے دو چند ہو جاتی ہے کہ اس سے ثقات کے اوہام کی وضاحت ہوتی ہے۔اگر دیکھا جائے تو مجروح حدیث تو ظاہراً ضعیف ہوتی ہے لیکن اگر اس میں ثقہ کو وہم ہوا ہو تو اس کی وضاحت کیسے ہو گی؟ علمِ علل حدیث میں اس وہم پر اطلاع، اس کی نوعیت، اس کی پہچان اور پھر اس کے زوال و رفع کے ذرائع معلوم ہو جاتے ہیں۔امام حاکم نیساپوریؒ فرماتے ہیں:

وإنما يُعَلَّلُ الحديث من أوجه ليس للجرح فيها مدخل ، فإن حديث المجروح ساقط واه وعلة الحديث تكثر في أحاديث الثقات أن يحدثوا بحديث له علة فتخفى عليهم علته فيصير الحديث معلولاً والحجة فيه عندنا: الحفظ والفهم والمعرفة لا غير[4]

حدیث کو معلّل قرار دینے میں کئی ایک وجوہات اور بھی ہیں، جن میں جرح کا کوئی عمل دخل نہیں۔حدیث مجروح حد درجہ کمزور اور ساقط ہوتی ہیں۔ثقات کی احادیث میں کئی ایک علل ہوتی ہیں (اور ایسا ہوتا ہے کہ) وہ حدیث بیان کرتے ہیں جس میں علت ہوتی ہے اور وہی علت ان پر بھی مخفی رہ جاتی ہے جس

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020
DOI: *10.33195/uochjrs-v3i21972020*

کی بنا پر حدیث معلول ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس میں حجت وہی ہوتا ہے جس کو
حفظ، فہم اور معرفت ہو نہ کہ کوئی اور!

علم علل الحدیث کو اس اعتبار سے بھی امتیاز حاصل ہے کہ یہ اخطاء واغلاط کے لیے ایک میزان اور کسوٹی کے طور پر مسلّم سمجھا جاتا ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر ہر دور میں اس پر تحقیق و دراسہ ہوتا رہا ہے اور کبار علماء نے اس میں ہاتھ ڈالا ہے۔ اس پر مستزاد کہ یہ علم مخفی امور پر اطلاع حاصل کرنے کے لیے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ باقی علوم کی نسبت بہت حد تک دقتِ نظر اور احتیاط کا متقاضی ہے۔ لہٰذا جس فن اور علم میں احتیاط اور دقتِ نظری کی اشد ضرورت ہو، اسے بہت کم لوگ ہی کامل عبور سے سیکھ پاتے ہیں۔[5] مزید برآں اس علم کے غموض و خفاء کی وجہ سے اس کی اہمیت بہت حد تک نمایاں ہو جاتی ہے اس لیے کہ اس کو وہی شخص سیکھ پاتا ہے جس کو اللہ نے یہ توفیق عطا فرمائی ہو۔ بلکہ وہ ذہین، زیرک، دقتِ نظری سے کام لینے والا اور وسیع المطالعہ ہو۔ امام حاکمؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

إِنَّ الصَّحِيحَ لَا يُعْرَفُ بِرِوَايَتِهِ فَقَطْ وَإِنَّمَا يُعْرَفُ بِالْفَهْمِ وَالْحِفْظِ وَكَثْرَةِ السَّمَاعِ وَلَيْسَ لِهَذَا النَّوْعِ مِنَ الْعِلْمِ عَوْنٌ أَكْثَرَ مِنْ مُذَاكَرَةِ أَهْلِ الْفَهْمِ وَالْمَعْرِفَةِ لِيَظْهَرَ مَا يَخْفَى مِنْ عِلَّةِ الْحَدِيثِ فَإِذَا وُجِدَ مِثْلُ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ بِالْأَسَانِيدِ الصَّحِيحَةِ غَيْرِ مُخَرَّجَةٍ فِي كِتَابِي الْإِمَامَيْنِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ لَزِمَ صَاحِبَ الْحَدِيثِ التَّنْقِيرُ عَنْ عِلَّتِهِ وَمُذَاكَرَةِ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِهِ لِتَظْهَرَ عِلَّتُهُ[6]

صحیح حدیث صرف روایت سے معلوم نہیں ہوتی بلکہ یہ فہم، حفظ و ضبط اور کثرت سماع سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ اس نوع کا سب سے زیادہ مددگار اہلِ علم و معرفت کے ساتھ مذاکرہ ہے تاکہ حدیث کی مخفی علت ظاہر ہو سکے۔ پس جب ایسی احادیث جو صحیح اسانید سے ہوں مگر صحیحین میں نا ہوں تو پھر حدیث کے ماہرین سے ضرور ملنا چاہیے جو علت کی کھوج کرتے ہیں اور اہلِ علم سے مذاکرہ بھی کرنا چاہیے تاکہ علت واضح ہو جائے۔

اس قسم کے علم میں محض اہلِ فہم و معرفت سے مذاکرہ ہی اصل مددگار ثابت ہوتا ہے تاکہ حدیث میں چھپی علت ظاہر ہو جائے۔ اس لیے جب صحیح اسانید سے صحیحین میں مروی احادیث نا ملیں تو ان کی تفتیش و تنقیح محدث پر لازم ہے۔ نیز اہلِ معرفت سے مذاکرہ بھی۔ تاکہ علت ہو تو ظاہر ہو جائے، جیساکہ امام علائیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کی انواع میں سب سے گہرا علم اور از حد دقیق علم ہے۔ یہ صرف اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے گہری معرفت، وسیع معلومات، رواۃ کے مراتب سے متعلق علم، اور فہمِ ثاقب عطا کیا ہو۔ اسی لیے اس فن میں باصلاحیت اور حذاق ائمہ ہی نے کلام کیا ہے مثلاً علی بن مدینی، امام بخاری، ابوزرعہ اور ابو حاتم وغیرہ۔[7]

علمِ علل الحدیث کی معروف واولین کتب:

متقدمین کے ہاں علل کی مباحث مصنفات کی شکل میں بہت کم میسر تھیں۔ اگرچہ اس دور میں کتابت کا رواج پڑ چکا تھا مگر علل کو لکھنا، اس طرح معروف نہیں تھا جیسے اسانید و متون پر کتب لکھی گئیں۔ البتہ بعض ائمہ سے منقول ہے کہ وہ اپنی کتب کے ذیل میں علل کو درج کرتے تھے۔ تاہم یہ امر زیادہ معروف ہے کہ ہر امام حدیث کی متعلقہ علل کا زبانی یاد رکھتا

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020
DOI: *10.33195/uochjrs-v3i21972020*

تھا، جیسا کہ امام عبداللہ بن مبارکؒ، امام نسائیؒ وغیرہ کے بارے مشہور ہے کہ دیگر حفاظ ان کے سامنے حدیث پڑھتے اور یہ اس کی علت بیان کر دیتے۔ امام دارقطنی اور دیگر ائمہ کی کتبِ علل کا بھی یہی حال ہے کہ انہوں نے اولاً معل احادیث کی کتابت کروائی بعد ازاں ایک ایک حدیث ان کے سامنے پڑھی جاتی اور وہ اس کی علت کو بیان کرتے جاتے، جسے لکھ کر محفوظ کر لیا جائے۔ امام دارقطنیؒ کی العلل الواردۃ اسی منہج پر لکھی گئی ہے۔ الغرض جتنی کتب مدون ہوئی ہیں ان میں علل کے بیان کو اسلوب جدا جدا ہے۔ اس غرض سے یہاں مشہور کتبِ علل اور ان کے اسلوبیاتی اور تعارفی جائزے کو پیش کیا جا رہا ہے:

۱۔ العلل از امام علی بن المدینی (۲۳۴ھ):

امام علی بن مدینیؒ کا شمار علمِ علل و نقدِ رجال کے اولین ماہر اور ناقدین میں سے ہوتا ہے۔ کتاب العلل ان کی مشہور تالیف ہے جس میں انہوں نے اس فن کو اصولی اعتبار سے سمو دیا ہے۔ اس کے شروع میں امام علی بن مدینیؒ نے ایک ایسی تمہید قائم کی ہے جس سے انہوں نے اس علم کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ کتاب کی سند کے بعد وہ کہتے ہیں کہ میں نے رواۃ و اسانید میں غواصی کی تو مجھے پتا چلا کہ ہر ایک شہر میں علمِ حدیث (اسناد و متون) کا مدار کسی نا کسی ایک شخص پر ہے چنانچہ چھ مشہور شہروں میں چھ اصحابِ حدیث سب سے اہم اور مدارِ علمِ حدیث ہیں۔ اس کے بعد وہ ان شہروں کے نام اور جن پر اس علمِ سند کا انحصار ہوتا ہے ان کے نام کو ذکر کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے شاگردان اور ان کے آگے شاگردوں و اساتذہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جس کی سند میں کوئی اختلاف ہوتا ہے وہ بیان کرتے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ اگر درمیانِ سند کسی نا کسی کی متابعت یا مخالفت کی ہو تو سند میں پیدا ہونے والی تبدیلی یا اختلاف کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ شروع میں تقریباً سو سے زائد صفحات محض اسانید کی مذکورہ بالا طرز پر معرفت اور سلسلات پر بحث کی ہے۔ اس کے بعد مختلف احادیث پر کلام کرتے ہوئے ان کی علل کا تذکرہ کرتے ہیں۔ درمیان میں انہوں نے وفیات بعض المحدثین کا بھی تذکرہ کیا ہے جس سے 'من حدث عنہ و من سمع منہ' جیسے اختلافات رفع ہوتے ہیں۔ نیز تدلیس و انقطاع جیسی علل پر بھی اطلاع ملتی ہے۔ کسی بھی حدیث کی علت کا ذکر کرنے کا اسلوب یہ ہے کہ اولاً اسانید ذکر کرتے ہیں پھر ان میں علل کی معرفت اور براہِ راست علت کا بتلاتے ہیں۔ بعد ازاں علت کو ثابت کرنے کے لیے قرائن و دلائل ذکر کرتے ہیں۔ آخر میں ممکنہ حد تک علت کا سبب بھی بتلاتے ہیں۔ مثال کے طور پر علل حدیث 'اذا زنت امۃ احدکم' کے تحت دو اسانید ابن اسحاق عن سعید ابن ابی سعید عن ابی ہریرۃ اور عبدالرحمٰن بن اسحاق عن سعید المقبری قال: سمعت ابا ھریرۃ' ذکر کی ہیں۔ پھر وہ کہتے ہیں:

فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَعِيدٌ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ[8]

پس میری نظر پڑی تو سعید نے ابو ہریرہ سے سنا نہیں۔

جبکہ عبدالرحمٰن عن سعید والی کو وہم قرار دے کر علت کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

والحديث عندی حديث سعيد عن أبيه عن أبی هريرة

اور میرے نزدیک درست حدیث سعید عن ابیہ عن ابو ہریرہ ہے۔

۲۔ العلل و معرفۃ الرجال از امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ):

یہ کتاب امام احمد بن حنبل الشیبانیؒ کی ہے۔ اگرچہ اس امر پر خاصا اختلاف ہے کہ آیا یہ انہوں نے یہ خود لکھی یا ان کے بیٹے عبداللہ جو اس کے راوی بھی ہیں، ان کی تحریر کردہ ہے۔ راجح یہی ہے کہ یہ امام احمدؒ کی اپنی تالیف ہے اور اس میں ان کے بیٹے عبداللہ نے جو کچھ سنا یا پوچھا، اس کو بھی بعد ازاں جمع کر دیا جو ایک مسودہ کی صورت میں سامنے آیا۔ بعد ازاں یہ اضافہ جات

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020

DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21972020***

اس کتاب کا حصہ شمار ہوئے اور ان کو بھی پذیرائی ملی۔ یہ کتاب امام احمد بن حنبل کے بیٹے سے کئی روات نے آگے نقل کی ہے۔[9] اس کے علاوہ العلل ومعرفۃ الرجال بروایۃ امام صالح بن احمد بن حنبلؒ، امام مروذی اور امام میمونیؒ بھی ہیں۔ در حقیقت موخر الذکر اول سے مختصر ہیں اور ان میں براہِ راست علل بیان کی گئی ہیں اور صحیح و سقیم اسانید کا فرق بتلاتے ہوئے ان پر معلومات جمع کی گئی ہیں۔ نیز رواۃ کی اخطاء واغلاط اور ان کی اسانید میں اوہام کا وافر تعداد میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ العلل از امام عبداللہ کا منہج بہت عام فہم اور تطبیق ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے معل روایات کو جمع کر دیا ہے اور کہیں وہ خود ان کی علت بیان کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ روایت (نمبر: ۲۱۶۵) ہے:

حَدثنِي أبي قَالَ حَدثنَا هُشَيْم عَن حجاج عَن عَطاء أنه كَانَ يكره من الجَرَاد مَا قَتله الصرّ سَمِعت أَبِي يَقُول لم يسمعهُ هُشَيْم من حجاج

اور کہیں ان کے بیٹے نے جو استفسارات کیے ہوتے ہیں ان کو وہ شامل کر دیتے ہیں مثال کے طور پر روایت (نمبر: ۲۱۲۹) ہے:

حَدثنِي أبي قَالَ حَدثنَا هشيم عَن خَالِد عَن بن سِيرِينَ ومغيرة عَن إِبْرَاهِيم وَأَبُو إِسْحَاق عَن الشَّعْبِيّ أَنهم قَالُوا فِي ثَلَاثَة قتلوا رجلا قَالَ لوَلِيِّه أَن يَأْخُذ الدِّيَة مِمَّنْ شَاءَ وَيَعْفُو عَمَّن شَاءَ سَمِعت أَبِي يَقُول لم يسمع هُشَيْم من وَاحِد مِنْهُمَا يُروى من حَدِيث مُغِيرَة وَإِنَّمَا هُوَ من حَدِيث آخر غير مُغِيرَة وَإِنَّمَا هُوَ من حَدِيث جَابر الْجُعْفِيّ

اسی طرح اکثر اوقات محض سند بیان کرتے ہوئے اس کی علت بیان کر دیتے ہیں مثال کے طور پر یہ روایت (نمبر: ۲۱۳۴) ہے:

قَالَ أَبُو عَبْد الرَّحْمَن حَدَّثَنِي بعض أَصْحَابنَا قَالَ قَالَ هُشَيْم طلبت الحَدِيث عشْرين سنة وجالست النَّاس وذاكرتهم عشْرين سنة فَإِذا قلت لكم حَدَّثَنَا وَأخْبرنَا فشُدوا بِهِ أَيْدِيكُم

یہ کتاب اپنے عام اسلوب کی وجہ سے ماہرین کے ہاں خاصی متداول ہے۔ اس میں کل ۶۱۶۹ مسائل یا مرویات پر کلام اور ان کی علل کا تذکرہ ہے۔

۳۔ التاریخ الکبیر از امام محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۶ھ):

امام بخاریؒ کی یہ تصنیف دراصل رواۃ کے احوال اور ان سے مروی احادیث کی پہچان پر مشتمل ہے جس میں انہوں نے ثقات و ضعفاء دونوں اقسام کے رواۃ کی مشہور طرق سے احادیث کو جمع کیا ہے۔ یہ علم جرح وتعدیل کے فن کی مایہ ناز کتاب ہے جس میں امام بخاریؒ نے مذکور رواۃ کی مرویات کو اصولی بنیادوں پر پرکھنے اور ان کی معرفت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی سعی کی ہے اور اس میں وہ سب سے فائق ہیں۔ اسی طرح رواۃ کے اسماء، کنی اور انساب پر بھی دقیق مباحث ذکر کی ہیں جن کی وجہ سے جرح و تعدیل کے اقوال بھی اس میں شامل ہوگئے اور ضمنی طور پر علم علل الحدیث سے متعلقہ مباحث بھی ذکر کر دیں۔ اس لحاظ سے یہ ایک جامع کتاب ہے جو تراجم رواۃ، علم الجرح والتعدیل اور علم علل الحدیث پر محیط ہے۔ علل الحدیث کے مسئلہ میں یہ کتاب ایک مستند ذریعہ اور مصدر شمار ہوتی ہے، کیونکہ ماہرین علل و نقاد میں امام بخاریؒ کا

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21972020***

درجہ و مرتبہ ویسے ہی بہت بڑا ہے۔ اس لیے جس قدر علل کی مباحث انہوں نے ذکر کی ہیں وہ حد درجہ دقیق مگر غزیر الفائدہ ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے کتاب کی ابتداء 'محمد' نام سے کی ہے بعد ازاں الفبائی ترتیب کو اختیار کیا ہے۔ اس میں وہ صحابہ کرام کی مرویات کو بھی ذکر کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ ان میں رفع و وقف یا وصل وارسال پر بھی کلام کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی وجہِ علل یا قرینہ علت موجود ہو تو اس کے ذکر کرنے کے بعد، جن علماء نے اس کو معل قرار دیا ہو ان کی کلام کے تناظر میں تصحیح یا تردید کرتے ہیں۔ نیز اگر روایت فی الواقع ضعیف ہو تو اس پر حکم بھی لگاتے ہیں۔

اسی طرح کسی قسم کی متن یا سند میں علت ہو تو اس کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ نیز زیادت کی بھی توضیح کرتے ہیں کہ ثقہ کی طرف سے ہے یا غیر ثقہ کی، وہم ہے یا واقعتاً خطا اور غلطی۔ سب سے زیادہ علت کے حوالے سے جو وہ بحث کرتے ہیں وہ اسانید میں راجح اور غیر معل کی نشان دہی ہوتی ہے۔ اس حوالے سے ان کے اقوال میں معروف ترین 'اصح' کا لفظ ہے جو وجہِ ترجیح کی طرف اشارہ کرتا ہے اور معل احادیث یا اسانید میں سے غیر معل کو الگ کرتا ہے۔ ایسا بھی ہے کہ وہ معل کی علت کو بیان کیے بغیر یا اسانید میں اختلاف کو حل کیے بغیر اگلے مسئلہ یا راوی کی طرف چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ علل اس کتاب کی ضمنی مباحث ہیں۔ اگرچہ کتاب کے مطالعہ سے یہ کمی محسوس ہوتی ہے۔ تقریباً تین سو ۳۰۰ کے لگ بھگ روایات ایسی ہیں جن پر انہوں نے سکوت اختیار کیا ہے حالانکہ ان میں مجاہیل، زیاداتِ ثقہ، اوہامِ رواۃ، اختلاط واخطاء جیسی علل موجود ہیں۔ بلکہ بعض صحابہ کرام کی مرویات میں غرائب و مناکیر بھی ہیں جن کے بطلان کی توضیح نہیں کرتے (امکان ہے کہ وہ محض ان کو جمع کر کے اہلِ علم تک پہچانا چاہتے ہوں تاکہ وہ خود ان کا دراسہ کریں)۔ اس قبیل کی مرویات الاعشی المازنی (جلد ۲، صفحہ ۱۶۸۹)، بشر الغنوی (جلد ۲، صفحہ ۱۷۶۰)، حصین ابوالحسین (جلد ۳، صفحہ ۵)، سلیمان بن صرد (جلد ۴، صفحہ ۱۷۵۲) کے تراجم ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ اس طرح کئی مقامات پر صحیح روایات کا تذکرہ بھی ہے غالباً ضعیف روایات کے مقابل بطورِ حجت پیش کرتے ہیں۔ مثلاً سلمہ بن نفیل (جلد ۴، صفحہ ۱۹۹۰) اور سبرہ بن فاکہہ (جلد ۴، صفحہ ۲۴۳۲) کے تراجم میں۔ الغرض یہ اس دور کی اولین کتاب ہے جو تراجمِ رواۃ کے ساتھ ساتھ علل الحدیث اور اس قبیل کے دیگر علوم کی جامع ہے۔

۴۔ التمییز از امام مسلم بن الحجاج (۲۶۱ھ):

امام مسلم بن حجاجؒ چونکہ علمِ علل کا بھی خاصا ادراک اور ذوق رکھتے تھے تو اس سلسلے میں انہوں نے بھی ایک کتاب 'التمییز' لکھی۔ اس کتاب کا ذکر حافظ ابن عبد البر، حافظ ابن رجب، امام ذہبی، حافظ عراقی اور حافظ ابن حجر رحمھم اللہ وغیرہ کی تصنیفات میں ملتا ہے لیکن اس کا کوئی مکمل نسخہ ابھی تک دریافت نہیں ہو سکا۔ مکتبہ ظاہریہ (دمشق) میں ایک نسخہ دریافت ہوا جس کے بارے شیخ البانیؒ نے لکھا ہے کہ یہ 'التمییز' کا پہلا جزء ہے۔ ڈاکٹر مصطفی اعظمیؒ نے 'منہج النقد' کے آخر میں اسی کو سامنے رکھتے ہوئے جس قدر کتاب کا حصہ (میسر تھا) شائع کیا۔ بعد ازاں شیخ صبحی حسن حلاقؒ نے طبع کیا اور اسی نسخے کی بنیاد پر جامعہ اسلامیہ، بغداد کے پروفیسر ڈاکٹر عبد القادر محمدی حفظہ اللہ نے تحقیق و تخریج اور دراسہ کے ساتھ کتاب کی طباعت کی۔

کتاب کے ناسخ کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں، ماسوائے اس کے کہ مشہور شاگرد مکی بن عبدانؒ نے امام مسلمؒ سے روایت کی ہے۔ ڈاکٹر مصطفی اعظمیؒ کے بقول کتاب میں امام مسلمؒ کا اسلوب و طرز واضح ہے بلکہ مطبوعہ کتاب کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اصل کتاب طویل تھی لیکن مخطوط کے ناسخ نے اس کو کافی مختصر کر دیا۔ کتاب میں جابجا ایسی عبارتیں ملیں گی، مثلا: وذكر مسلم روايةً، ثم فصل زيادة الزهري، وذكر قصةً، وذكر رواية فلان وتركته، جس کے اسلوب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی نے اس کتاب میں تصرف کرتے ہوئے مختصر کیا ہے۔ اسی طرح احالات (سابقہ حوالہ جات) کا

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020

DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21972020***

ذکر ہے مگر وہ موجودہ نسخہ میں کہیں موجود نہیں۔ کئی ایک محدثین نے اس کتاب کے حوالہ سے مختلف روایات ذکر کی ہیں جو وہ موجود نسخہ میں نہیں ہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ موجودہ نسخہ کتاب کی اصلی شکل نہیں ہے۔کتاب کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی مقامات پر عبارت میں کافی غموض اور خلل ہے۔ موجودہ نسخہ کی قدامت بارے تین آراء ہیں؛

۱۔ شیخ البانیؒ کے مطابق امام مسلمؒ کے زمانے کا ہے لیکن اس قول کی بنیاد غالبا اس بات پر ہے کہ نسخہ کی سند وغیرہ موجود نہیں بلکہ سیدھا آپ کے تلمیذ مکی بن عبدانؒ کا ذکر ہے۔تاہم یہ دلیل حتمی نہیں کیونکہ جب نسخہ ہی نامکمل ہے تو متعلقہ حصہ اس میں ساقط ہونے کا بھی قوی احتمال ہے۔

۲۔ ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمیؒ کے نزدیک یہ چوتھی صدی ہجری کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ مکی بن عبدانؒ چوتھی صدی ہجری (۳۲۵ھ) میں فوت ہوئے۔

۳۔معروف ماہرِ مخطوطات فواد سزگینؒ نے خط وغیرہ کی بنیاد پر اس نسخے کو ساتویں آٹھویں صدی ہجری کا بتایا ہے۔

کتاب کی ابتدا میں اس کی غرض وغایت کے اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے امام مسلمؒ کو شکایت کی کہ کچھ لوگ ائمہ علل پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ احادیث پر ایسے حکم لگاتے ہیں جیسے انہیں علمِ غیب ہوتا ہو، کسی کو صحیح کہہ دیا، کسی کو غلط، کسی کو وہم کوئی خطا، حالانکہ یہ سارا اٹکل اور انداز ہے۔ سائل نے عرض کی کہ تعلیلِ حدیث کی اس انداز سے وضاحت کر دی جائے تاکہ کم از کم سمجھنے والے لوگوں کے قلوب واذہان سے شکوک و شبہات ختم ہو جائیں۔امام موصوف نے اس اعتراض کے جواب میں اس کتاب کی تصنیف کی ابتدا کی اور مقدمہ میں سائل کو یہ تسلی دی کہ معترضین کے اعتراض سے پریشان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ علم اور جہل کی جنگ ایک طبعی امر ہے۔اس کے بعد کتاب کے اصل موضوع عللِ حدیث کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:

> فَمنهمْ الْحَافِظ المتقن الْحِفْظ المتوقي لما يلْزم توقيه فِيهِ وَمِنْهُم المتساهل المشيب حفظه بتوهم يتوهمه أَو تلقين يلقنه من غَيره فيخلطه بحفظه ثمَّ لَا يميزه عَن أَدَائِهِ الى غَيره وَمِنْهُم من همه حفظ متون الاحاديث دون أسانيدها[10]

> ”کچھ حافظ و ضابط اور متقن راوی ہوتے ہیں جو روایتِ حدیث میں حد درجہ احتیاط کرتے ہیں لیکن کچھ لوگ بڑھاپے کی وجہ سے یا کمزور حافظے کی بناپر یا عدمِ اہتمام اور غفلت کی بناپر روایتِ حدیث میں غلطیوں کا شکار ہو جاتے ہیں“

انہوں نے پوری کتاب کو روات کی اغلاط کی نوعیت کے اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، جس کا اسلوب درج ذیل ہے:

اول : بعض ایسی غلطیاں ہوتی ہیں جو بالکل واضح ہوتی ہیں گویا کسی ایک آدھ آدمی کو تو غلطی لگ جاتی ہے لیکن دیگر لوگ فورا سنتے ہی اس غلطی کو بھانپ لیتے ہیں، مثلا سند میں کسی راوی کے نام ونسب میں غلطی کر جانا یا متن میں تصحیف و تحریف ہو جانا وغیرہ۔

دوم : بعض دفعہ سند اور متن میں ایسی غلطیاں ہوتی ہیں کہ ان کو پہچاننے کے لیے رواۃ اور ان کی روایات کا مقارنہ ضروری ہوتا ہے۔ایسی صورت حال میں جماعت کی روایت کو ایک آدھ کی روایت پر فوقیت ہوتی ہے جیسا کہ شعبہ بن حجاج، سفیان بن عیینہ، یحییٰ القطان اور عبدالرحمٰن بن مہدی رحمھم اللہ کا موقف ہے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21972020***

اس کے بعد حدیث کے تحمل وادا کی فضیلت، اس میں احتیاط کے متعلق، کئی ایک احادیث نبویہ، آثار صحابہ، اور ائمہ کے اقوال نقل کیے ہیں، جو ان کی احتیاط اور حفظ وضبط کی صلاحتیوں پر دلالت کرتے ہیں۔ مطبوعہ نسخے کی ترقیم کے مطابق یہ سب احادیث وآثار اور اقوال کی تعداد تقریبا ۳۵ بنتی ہے۔ گویا امام صاحب نے احادیث وروایات کی تحقیق وتفتیش کی مشروعیت و ضرورت اور علمِ علل کی اہمیت واضح کرنے کے لیے تمہید باندھی ہے، بعض لوگ اسے کتاب 'التمییز' کا مقدمہ بھی سمجھتے ہیں۔امام مسلمؒ نے تفصیلا تعلیلِ احادیث کا سلسلہ شروع کیا ہے، اور مطبوعہ نسخے کے مطابق تقریبا (۷۰) احادیث بنتی ہیں جن میں ایک دوسرے سے مقارنہ کرکے، صحیح اور غلط کی نشاندہی کی ہے۔ جس میں امام صاحب کے منہج کو درج ذیل نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ امام مسلمؒ نے تقریبا سب احادیث وہی ذکر کی ہیں، جو فقہی ابواب میں مشہور ہیں، مثلاً آمین بالجہر، غسلِ جنابت، سجدہ سہو سے متعلق ذوالیدین والی حدیث، ابن عباس کی حدیث امام کے ساتھ کھڑے ہونے والی، اسی طرح، حج، قیام اللیل، وراثت، عتق، دیت وقسامہ وغیرہ سے متعلقہ احادیث۔ چند ایک فضائل وغیرہ سے متعلق بھی ہیں، جیساکہ 'قل ہو اللہ احد' کی فضیلت میں ایک حدیث 'ماشرائع الاِسلام؟' والی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ مرجئہ کا اضافہ ہے، اصل حدیث 'ما الاِسلام' کے الفاظ کے ساتھ ہے۔

۲۔ تعلیلِ احادیث کا اصل میدان تو ثقات کی روایات ہی ہوتی ہیں، اس لیے عموما روایات شعبہ، زہری، مالک، معمر، عبد الرزاق رحمھم اللہ جیسے کبار یا کم از کم ثقات ومکثرین رواۃ کی ہیں۔ لیکن بعض احادیث ابن لہیعہ جیسے ضعیف اور سلمۃ بن وردان جیسے متروک قسم کے راویوں کی بھی ہیں۔

۳۔ حدیث کی مختلف روایات میں عمومی طریقہ یہی ہے کہ پہلے شاذ یا منکر وجہ ذکر کرتے ہیں، پھر صحیح روایات ذکر کرکے غلط وجہ کو واضح کرتے ہیں، لیکن بعض دفعہ برعکس ہے کہ پہلے صحیح ومحفوظ روایت بیان کی ہے، اور پھر اس کے مخالف شاذ ومنکر روایات کو ذکر کیا ہے۔

۴۔ علت سند اور متن دونوں میں ہو سکتی ہے، لہذا امام صاحب نے دونوں قسم کی مثالیں بیان کی ہیں، لیکن مطبوعہ نسخہ میں زیادہ آخری قسم کی احادیث ہی ہیں۔ بعض ایسی مثالیں بھی ہیں کہ ایک ہی حدیث میں سند ومتن دونوں میں علت ہے۔

۵۔ جیساکہ اوپر ذکر کیا کہ سند ومتن کی کچھ غلطیاں بدیہی ہوتی ہیں، جیساکہ تصحیف وتحریف وغیرہ، جو فورا پہچان لی جاتی ہیں، لیکن بعض غلطیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے لیے روایات کا مقارنہ ضروری ہوتا ہے، امام صاحب نے دونوں قسم کی احادیث ذکر کی ہیں۔

۶۔ تعلیل میں مقارنۃ الروایات کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک ہی استاد کے تلامیذ کے مابین اختلاف کو حل کیا جائے، پھر اس استاد کے معاصرین کو دیکھا جائے، پھر اوپر تک دیگر متابعات، اور پھر صحابی تک پہنچنے کے بعد دیگر صحابہ کی روایات، اس طریقہ کو امام صاحب نے تمییز میں خوب خوب واضح کیا ہے۔

۷۔ تعلیل بالمعارضۃ یا بالمخالفۃ کا اصول یہ ہے کہ اس کے لیے اتحادِ صحابی ہونا ضروری ہے، لیکن اس اصول کے کچھ مستثنیات ہیں، مثلا جب روایات ایک ایسے واقعہ کے متعلق ہوں کہ اس میں تعدد کا احتمال نہ ہو، تو پھر مختلف روایات میں تعلیل درست ہے، چاہے صحابی مختلف ہو جائیں،اس کی مثال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج سے متعلق ایک روایت کی تعلیل ہے۔

۸۔ زیادۃ الثقہ کے متعلق قبول یا رد کوئی مسلمہ اصول نہیں بلکہ یہ حسب القرائن ہے، اسی لیے امام صاحب نے یہاں بعض کے 'اضافہ' کو قبول کیا، اور بعض کو رد کر دیا۔

۵۔ العلل الکبیر والصغیر از امام محمد بن عیسی ترمذی (۲۷۹ھ):

امام ترمذیؒ جن کا علل کے حوالے سے خاص مقام ہے، انہوں نے العلل الکبیر اور العلل الصغیر دو کتب تحریر کی ہیں۔ دونوں کتابیں اپنے مشمولات کی بنیاد پر دیگر کتبِ علل سے ممتاز ہیں۔ العلل الصغیر میں امام ترمذیؒ نے مشہور اساطینِ علم و فضل اور محدثین کی اسانید ذکر کی ہیں اور ان کے شاگردان اور سلسلہ ہائے اسانید کو علی الترتیب ذکر کیا ہے جن میں انہوں نے بالخصوص مشہور اسانید ذکر کی ہیں۔ ساتھ ساتھ بعض مقامات پر کوئی لطیف سا اشارہ بھی کرتے ہیں۔ جو کسی فائدے سے خالی نہیں ہوتا، مثلاً امام شافعیؒ کے اقوال کی اسناد ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وقد أجاز لنا الربيع ذلک و کتب به الينا[11]

ربیع نے ہمیں اس کی اجازت دی اور ہمیں لکھ بھیجا

اس کا مطلب یہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے اپنی تالیفات میں عن الربیع عن الشافعی کی سند سے جو کچھ بھی نقل کیا ہے وہ مسند ہے۔ اس بعد انہوں نے احادیث و رجال میں وارد علل کے بنیادی مصادر کا تذکرہ کیا ہے اور مشہور ائمہ علل کی تصریحات کے ساتھ ساتھ علل بارے اطلاعات کے مرکزی نکات کو بھی شاملِ بحث کیا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے رجال و اسانید پر حکم، حفظ و ضبط کی وجہ سے تضعیف، روایت بالمعنیٰ کا حکم، حفظ و اہلِ علم کی باہمی برتری، عالم پر قراءت اور اس کے طرق، مناولہ کا حکم اور اقسام، الفاظ و صیغِ اداء و تحدیث نیز اخبار میں فرق، اجازت اور کتابتِ حدیث کی مباحث، حدیثِ مرسل کا حکم اور مختلف ائمہ و طبقات کے ہاں اس کے اطلاقات، رجال کی تضعیف میں ائمہ کے اختلافات، اپنی استعمال کردہ اصطلاحات کی توضیحات اور اسناد میں پیدا ہونے والی غرابت کے اسباب و حکم کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ ایک اصولی کتاب ہے جس کو انہوں نے علمِ علل حدیث کے ابتدائی و بنیادی قواعد کی روشنی میں تالیف دیا ہے اور اس میں ان کی تطبیق پر بھی خاصی توجہ دی ہے۔ اس کتاب کو فقہی طرز پر امام ابو طالب القاضیؒ نے مرتب کیا۔ وہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هذا كتابٌ قصدتُ فيه ترتيب كتاب العلل لأبي عيسى الترمذيِّ رحمه الله على نسَقِ كتاب الجامع له؛ حتى يسهُلَ فيه طلبُ الحديث إذ الأحاديثُ فيه مفترقةٌ منثورةٌ، فلا يضبِطُها أبوابٌ تُذكرُ فيها فرددتُ أحاديثَ كتاب العلل إلى ما يليقُ بها من كتب الجامع فجعلتُ أحاديثَ الطهارة في كتاب الطهارة وأحاديثَ الصلاة في كتاب الصلاة وهكذا إلى آخر الجامع[12]

امام ترمذی کی کتاب العلل کو میں نے ارادہ کرکے (ان کی) الجامع کے ابواب کی طرز پر مرتب کر دیا ہے تاکہ حدیث کی تلاش آسان ہوسکے کیونکہ اس میں احادیث جابجا بکھری ہوئی تھیں جو کسی منضبط ابواب بندی میں نہیں تھیں۔ میں نے ان کو الجامع کی طرز پر ابواب اور کتب کے تحت ترتیب دیا ہے۔ یعنی

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21972020***

طہارت سے متعلقہ روایات کو کتاب الطہارۃ اور نماز سے متعلقہ کو کتاب الصلاۃ میں، اسی طرح آخری الجامع کی کتاب کی مانند کر دیا ہے۔

امام ترمذیؒ نے العلل الکبیر کو جامع سے قبل ترتیب دیا تھا اور اس بارے مختلف مقامات سے محسوس بھی ہوتا ہے۔ اس کتاب میں امام ترمذیؒ نے مختلف ماہرینِ علل اور نقادِ رجال سے کیے گئے سوالات اور مذاکرات کو جمع کیا ہے جن میں سرِ فہرست ان کے استاذ امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ ہیں جن سے تقریباً ۳۴۰ سوالات ہیں۔ اس طرح کم ترین سوالات امام ابو عثمان الدارمیؒ سے ہیں جن کی تعداد سات (۰۷) ہے۔ ان کے علاوہ امام ابوزرعہ الرازیؒ ہیں جن سے آٹھ (۰۸) سوالات ہیں۔ کچھ اقوال بر سبیلِ تذکرہ بھی آتے ہیں جن میں امام اسحاق بن منصورؒ اور امام حسن بن خلالؒ سے ایک ایک قول نقل کیا ہے۔

امام ترمذیؒ کا علل کے بیان میں منہج یہ ہے کہ وہ حدیث کو سند و متن کے ساتھ مکمل نقل کرتے ہیں، بعد ازاں اس میں موجود علت کا تذکرہ کرتے ہیں، اس دوران وہ سوال وجواب کا تذکرہ نہیں کرتے۔ جبکہ بسا اوقات وہ سوال کرکے حدیث کی علت دریافت کرتے ہیں اور جواب کو من وعن نقل کرنے کے بعد اس میں اپنا تبصرہ بھی شامل کرتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ اختلاف کی توجیہات ذکر کرتے ہیں اور میں راجح قول کو ترجیح دیتے ہوئے دلائل کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ کبھی کبھار وہ سوال کے بعد لکھ دیتے ہیں کہ اس کے جواب میں توقف کیا گیا ہے اور کوئی حتمی رائے پیش نہیں کی گئی۔ مثال کے طور پر امام بخاریؒ سے کیے گئے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

ولم أر محمداً يعني البخاري يقضي في هذا الحديث بشيئ[13]

میرا نہیں خیال کہ امام محمد یعنی بخاری نے اس حدیث بارے کوئی فیصلہ دیا ہو

اسی طرح کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیخ کے قول کو نقل کرنے کے بعد ترجیح دیتے ہیں بہت کم مقامات پر ایسا ہے کہ وہ روایت کو لکھیں اور اس پر کوئی تبصرہ یا کلام نقل نا کریں۔ اس ضمن میں کئی احادیث ایسی بھی ہیں جو معل نہیں ہیں بلکہ مقبول ہیں اور امام ترمذی محض کسی شبہ کا ازالہ یا اعتراض کو رفع کرنے کے لیے ان کو صحیح سند و متن کے ساتھ ذکر کر دیتے ہیں۔

۶۔ العلل لابن ابی حاتم الرازی (۳۲۷ھ):

یہ کتاب امام ابو حاتم محمد بن ادریس الرازیؒ[14] کے بیٹے امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریسؒ[15] نے اپنے والد سے سماع کرکے لکھی ہے۔ اس کتاب کے بارے حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:

ومن أحسن كتاب وضع في ذلك وأجله وأفحله كتاب العلل لعلي بن المديني شيخ البخاري وسائر المحدثين بعده في هذا الشأن على الخصوص وكذلك كتاب العلل لعبد الرحمن بن أبي حاتم وهو مرتب على أبواب الفقه[16]

اس علم میں لکھی گئی بہترین وسب سے مایہ ناز کتاب بخاری کے استاذ علی بن مدینی کی العلل ہے بقیہ تمام محدثین اس علم میں ان کے بعد ہیں اور اسی طرح ابو حاتم کی العلل ہے جو کہ فقہ کے ابواب و مسائل پر ترتیب دی گئی ہے۔

اس میں انہوں نے ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں محدثین اور علل کے ماہرین کے اقوال درج کیے ہیں جو اس علم کی اہمیت وافادیت کو بیان کرتے ہیں۔ نیز ان میں علم علل الحدیث کی ضمنی طور پر فضیلت بھی موجود ہے۔ اس حوالے سے امام

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21972020***

عبدالرحمٰن اپنے والدامام ابو حاتم، امام عبدالرحمٰن بن مہدی اور احمد بن صالح رحمھم اللہ کے اقوال کو درج کیا ہے۔[17] اس کتاب میں ان کے والد کے علاوہ امام ابو زرعہ رازیؒ سے کیے گئے استفسارات بھی شامل ہیں جو کثیر تعداد میں ہیں۔ نیز دیگر ائمہ کے اقوال بھی نقل کیے ہیں جن میں خاص طور پر امام شعبہ بن الحجاج، یحییٰ بن سعید، ابوالولید الطیالسی، یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل اور مسلم بن الحجاج رحمھم اللہ شامل ہیں۔ انہوں نے فقہی طرز پر کتاب کی ابواب بندی کی ہے اور اس میں ان کا منہج یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے فلاں روایت یا حدیث کے بارے سوال کیا تو انہوں نے یہ جواب دیا۔ گویا وہ اس میں موجود علت کو بیان کرتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے:

وسألتُ أَبِي وَأَبَا زُرْعَةَ عَنْ حديثٍ رَوَاهُ ابْنُ فُضَيلٍ عَنْ حُصَيْن عن الشَّعْبي عَن المغيرة بْن شُعْبَة عَنِ النبيِّ (ص) فِي المَسْح عَلَى الخُفَّين[18]

اس کتاب کی اہم ترین خصوصیات یہ ہیں:

1. روایاتِ مرسلہ کے حکم کی وضاحت، مثال کے طور پر حدیث نمبر ۳۱۷
2. امام ابو حاتمؒ کا بعض رواۃ پر حکم جن کا ترجمہ نہیں ملتا، مثال کے طور پر اسباط بن عزرۃ (مسالۃ نمبر: ۲۱۷۹) کے ذیل میں کہنا کہ وہ مجہول ہے۔
3. بعض ان رواۃ کا ذکر جن پر دیگر ائمہ کو اطلاع نہیں ہو سکی، مثال کے طور پر ابن ابو عبید الزرقی عن ابیہ (مسالۃ نمبر: ۲۵۹۳) امام ابو حاتمؒ نے ذکر کیا کہ وہ اسماعیل بن عبید بن رفاعہ ہے۔
4. غریب احادیث جن کا وجود علل ابن ابی حاتم کے سوا کہیں نہیں ملتا۔ انہی سے بعد والوں نے نقل کیا، مثال کے طور پر مسالۃ نمبر: ۲۴۸
5. محدثین اور فقہاء و اصولیوں کے طرزِ تعلیلِ الحدیث کے فرق کو بیان کرنا، مثال کے طور مسالۃ نمبر: ۷۲۶
6. طلبہ علم کا شاذ اقوال سے دور رہنے کی تلقین اور اغلاط و اخطاء پر مبنی اقوال سے استفادہ نا کرنے کا حکم، مثال کے طور مسالۃ نمبر: ۶۳۴۔
7. ائمہ متشددین کے مناہج کا تذکرہ، خاص طور پر عقائد و احکام، مثال کے طور پر مسالۃ نمبر: ۱۲۴ کی مرویات میں اور ائمہ متساہلین کے منہج کا تذکرہ خاص طور پر فضائل و رقائق (مثال کے طور پر مسالۃ نمبر: ۱۳) کی مرویات میں۔
8. اس امر کی تنبیہ کہ ہر متابع یا شاہد حدیث کو درجہ تقویت تک نہیں لے جاتی، مثال کے طور مسائل نمبر: ۴۰، ۴۴، ۲۰۵
9. مذکورہ بالا خصوصیات کے علاوہ مسائلِ فقہیہ کے بارے تصریحات، مختلف ائمہ کے اصولی اختیارات، رواۃ پر نقد و جرح پر مبنی ائمہ و محدثین کے اقوال، مرویات کے متون کی پہچان، اسانید میں تفرد یا کسی کی تصحیف کا تذکرہ اور علل کی ضمنی مباحث مثلاً اسبابِ علت، کشفِ علت کے وسائل وغیرہ سے متعلقہ امور و مباحث کا تذکرہ بھی جا بجا ملتا ہے۔ اس لیے یہ کتاب اپنے مشمولات او محتویات کی وجہ سے کئی دیگر کتب مثلاً العلل و معرفۃ الرجال از احمد بن حنبلؒ اور العلل والواردۃ از دار قطنیؒ وغیرہ پر فائق ہے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020

DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21972020***

البتہ کچھ امور توجہ طلب ہیں جن میں خاص طور پر مسائل و روایات کا تکرار بلا مقصد اور ابواب و کتب میں باہمی یکسانیت یا بعض مقامات پر تعارض شامل ہیں۔

۷۔العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ از امام دار قطنی (۳۸۵ھ):

امام علی بن عمر الدار قطنیؒ کی شہرہ آفاق تصنیف ہے جو ان کے شاگرد امام ابو بکر البر قانیؒ (۴۲۵ھ) نے ان سے سؤالات کر کے مرتب کی ہے۔اس کتاب کو ایک ایک رقعہ پر حدیث لکھ کر بعد ازاں اس بارے امام موصوف سے سوال کر کے مرتب کیا گیا ہے۔امام بر قانیؒ ان سے حدیث جو رقعہ پر لکھی ہوتی تھی، پڑھ کر پوچھتے تو امام دار قطنیؒ اس کے بارے تمام تفصیلات بیان کر دیتے تھے۔امام دار قطنیؒ کا اس کتاب کی ترتیب کے دوران منہج یہ ہے کہ انہوں نے محض جوابات دیے ہیں البتہ ان جوابات میں بسا اوقات پہلے صحت و ضعف بیان کر دیتے ہیں، پھر اس کی علت اور راوی کے احوال وغیرہ بیان کرتے ہیں۔اس کے بعد علت یعنی اضطراب (مثلاً سوال نمبر: ۱۵۹)، موقوف کو مرفوع بیان کرنا (مثلاً سوال نمبر: ۱۸۲۰)، ثقہ کا متن یا سند میں اضافہ کرنا (مثلاً سوال نمبر: ۳۵۸)، تصحیف (مثلاً سوال نمبر: ۳۵۵) وغیرہ کی طرف راہنمائی کر دیتے ہیں۔[19]

اسی طرح روات کے محض تفرد (مثلاً سوال نمبر: ۱۲۱)، ان کی وجہ سے پیدا ہونے والے اختلاف (مثلاً سوال نمبر: ۱۵۳) کو بھی بیان کرتے ہیں۔اکثر وہ سند خود بیان نہیں کرتے بلکہ جس سند کے بارے ان سے دریافت کیا جاتا ہے اسے بیان کر دیتے ہیں اور اس کی تصحیح و تغلیط یا وضاحت کرتے ہیں۔اس طریقہ پر پوری کتاب مرتب کی گئی ہے اور کتاب کے مطالعہ سے اس قبیل کے بیسیوں فوائد سامنے آتے ہیں جو کتاب کے علمی منہج اور اس کی خصوصیات کو بہترین انداز میں متعارف کراتے ہیں۔
البتہ امام ابو بکر البر قانیؒ نے اس کتاب کو ترتیب دیتے ہوئے درج ذیل خصوصیات کے ساتھ نمایاں کر دیا ہے:

1. کتاب میں تمام اسئلہ کو مسانیدِ صحابہ کے تحت جمع کر دیا ہے۔جس میں سب سے پہلے عشرہ مبشرہ اور پھر ان کے بعد فضیلت یافتہ صحابہ کرام کی مرویات ذکر کرتے ہیں۔
2. مسانید کو مکثرین سے مقلین کی طرف بالترتیب ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً عثمان بن ابی بکر (سوال نمبر: ۷) پھر وحدیث علی ابن ابی بکر (سوال نمبر: ۸)
3. بسا اوقات ترتیب کو یک سر بدل کر ترتیب صعودی میں لے جاتے ہیں۔ مثلاً عن سالم عن ابن عمر عن النبی ﷺ (سوال نمبر: ۹۹)
4. پہلے حدیث کے بارے اپنا سوال ذکر کرتے ہیں، بعد ازاں امام دار قطنی کا جواب بقول "فقال" ذکر کرتے ہیں۔
5. رجال کی مسانید کے بعد خواتین صحابیات کی مسانید کا تذکرہ کیا ہے۔
6. بسا اوقات خاص فوائد کے تحت روایت مع سوال کا اعادہ بھی کرتے ہیں۔ (مثلاً سوال نمبر: ۸۲ اور سوال نمبر: ۲۶۴)
7. جواب کے بعد مزید استفسار برائے مزید توضیح بھی نقل کرتے ہیں۔ (مثلاً سوال نمبر: ۲۹۱)
8. بہت کم مقامات ایسے ہیں جہاں امام ابو بکر البر قانی اپنے افادات بھی ذکر کرتے ہیں، مثال کے طور پر (مثلاً سوال نمبر: ۲۵۵)

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21972020***

9. بہت سی علل جو ابو منصور ابن الکرخیؒ کے یہاں نہیں تھیں۔ امام ابو بکر البر قانیؒ نے ان کو جمع کر دیا ہے اس کو انہوں نے متعلقہ مقامات ہر ہی جگہ دی ہے، مثال کے طور پر حدیث الرضراض عن ابن مسعودؓ جس کے بارے لکھتے ہیں:

> فأملي علي أبو الحسن حديث الرضراض باختلاف وجوهه وذكر خطأ البخاري فيه فألحقته بالعلل ونقلته إليها أو كما قال[20]
>
> امام علی ابو الحسن دار قطنیؒ نے مجھے حدیث رضراض کے وجوہ میں اختلاف لکھوایا اور بخاری کی خطا کا ذکر کیا۔ میں نے اس کو علل میں شامل کیا اور وہیں نقل کیا جیسا اور جہاں انہوں نے کہا

الغرض یہ اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے جس میں انہوں نے بیسیوں مصادر کی راویات کو جمع کرتے ہوئے ان کی علل کو بیان کیا ہے بلکہ ان کی تصحیح کے ساتھ ساتھ رفعِ اختلاف پر بھی خاصی محنت کی ہے۔

۸۔ الالزامات والتتبع از امام دار قطنی (۳۸۵ھ):

یہ دراصل دو کتابیں ہیں، اور امام و حافظ اور ماہر ناقد علی بن عمر دار قطنیؒ کی مشہور تالیفات میں سے ہیں۔ یہ درحقیقت مخصوص اور محدود درجہ کی علل پر کلام کرتی ہیں۔ الالزامات میں امام دار قطنیؒ وہ روایات ذکر کی ہیں جو صحیحین کی مرویات کے مشابہ مگر ان کو صحیحین میں ذکر نہیں کیا گیا یا ان روات بارے کلام کی ہے جو علی شرط الشیخین تھے مگر ان کی مرویات کو ذکر نہیں کیا گیا۔ امام دار قطنیؒ نے اس قبیل کی دو سو سے زائد مرویات ذکر کی ہیں جو شیخین کی شرط پر ہیں مگر ان کو شامل نہیں کیا گیا۔ جبکہ کتاب التتبع جس میں کل دو سو اٹھارہ (۲۱۸) احادیث مع طرق درج کی ہیں، جو امام دار قطنیؒ کے ہاں معل ہیں۔ ان میں سے معتد بہ حصہ صحیح مسلم کی مرویات کا ہے جو دو تہائی سے زیادہ ہیں جبکہ بخاری کی ایک تہائی روایات ہیں جن کو امام دار قطنیؒ نے معل قرار دیا ہے۔

اس حوالے سے طویل کلام و بہترین مباحث شارحینِ بخاری کے ہاں ملتی ہیں جو حقیقت پسندانہ تجزیہ و تنقیح پر مشتمل ہیں، ان میں بالخصوص حافظ ابن حجرؒ ہیں جنہوں نے فتح الباری میں متعلقہ روایت کے ذیل میں مفصل کلام کی ہے۔ انہوں نے چند مقامات کے علاوہ امام دار قطنیؒ کے تمام الزامات کا بہترین علمی تعاقب کیا ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کی تحقیق درست اور ان کی منتخب مرویات ان کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں۔ تاہم جہاں امام دار قطنیؒ کے اعتراضات کی انہوں نے تردید کی ہے وہیں انہوں نے بخاریؒ و مسلمؒ کی بقول امام دار قطنیؒ روایاتِ معلّہ میں علل کے ظاہری اسباب بھی ذکر کیے ہیں اور ان کو رفع کیا ہے۔ امام دار قطنیؒ براہِ راست ان ائمہ پر الزام عائد کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر درج ذیل حدیث ملاحظہ ہو:

> وأخرج البخاري عن الزهري عن عبد الله بن ثعلبة بن صغير: مسح النبي صلى الله عليه وسلم وجهه ولم يرو عنه غير الزهري [21]
>
> اور بخاری نے زہری عن عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے چہرے کا مسح کیا حالانکہ زہری سے اس کے علاوہ کسی نے بیان نہیں کیا۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020

DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21972020***

اسی صفحہ کے ذیل میں فرماتے ہیں ہو:

وأخرج البخاري عن الحسن عن عمرو بن تغلب ولم يرو عنه غير الحسن[22]

الالزامات میں امام دارقطنیؒ حدیث کے ساتھ وہ ممکنہ سبب علت بھی بتلاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ روایت امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے صحیحین میں اسے جگہ نہیں دی ہوتی۔ جبکہ التتبع میں وہ بلاواسطہ بخاریؒ و مسلمؒ کی مرویات پر اعتراض کرتے ہوئے ان کی علت ذکر کرتے ہیں۔ یہ دونوں کتب شیخ مقبل بن ہادی الوادعی کی بہترین تحقیق و حاشیہ کے ساتھ مطبوع ہیں۔

۹۔المنتخب من العلل للخلال از امام ابن قدامہ المقدسی(۶۲۰ھ):

یہ کتاب امام ابن قدامہ المقدسیؒ کی ہے اور انہوں نے اسے امام ابو بکر احمد بن محمد الخلالؒ (۳۱۱ھ) کی کتاب العلل سے اخذ کیا ہے۔ امام خلالؒ کی کتاب مفقود ہے تاہم محققین کے ہاں یہ طے شدہ امر ہے کہ امام خلالؒ کی کتاب کم و بیش دس سے بارہ مجلدات پر مشتمل تھی جن میں سے کچھ حصہ امام ابن قدامہؒ کو ملا۔ یا پھر انہوں نے اس وقت العلل للخلال جو شاید کسی ناکسی حالت میں موجود تھی، اپنی اس کتاب میں اس سے ان مرویات کو لیا۔ اس کتاب کی تحقیق ڈاکٹر طارق بن عوض اللہ نے کی ہے اور موجودہ طبع ۳۰۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ امام ابن قدامہؒ کا مرتب شدہ نسخہ مکتبہ ظاہریہ سے ملا۔

اس کا منہج نہایت شستہ اور عام فہم ہے۔ امام ابن قدامہ المقدسیؒ نے ابتداء 'الجزء العاشر من المنتخب' سے کی ہے۔ اس کے بعد ابواب قائم کرکے اس کے ذیل میں روایت کو ذکر کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس کی علت کو بیان کردیتے ہیں۔ سب سے پہلا 'باب الزهد في الدنيا ودفعها' ہے اور آخری امام ابراہیم النخعیؒ ہے۔ اس میں انہوں نے صحابہ کرام کے اقوال، ثقات کے امتحان علم کے اخذ واستفادہ کی کیفیات، اصحاب الرائے کے بارے توضیحات کے علاوہ تاریخی واقعات مثلاً جنگ جمل و صفین، ارجاء کی تحریک، خوارج کے بارے معلومات سے متعلقہ مرویات کو جمع کیا ہے۔ اس کتاب میں بلاواسطہ قال الخلال کہہ کر روایت کو ذکر کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس کی علت اور متعلقہ کلام ذکر کردیتے ہیں۔ مثال کے طور پر روایت نمبر: ۱۸۳ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ اولاً روایت کو نقل کرتے ہیں بعد ازاں اس کی علت اور پھر سببِ علت کے ساتھ ہی علماء و ناقدین یا ماہرینِ علل کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ امام ابن قدامہ لکھتے ہیں:

وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ وَقَالَ: مَرْوَانُ بْنُ عُثْمَانَ هَذَا رَجُلٌ مَجْهُولٌ، وَعُمَارَةُ بْنُ عَامِرٍ هَذَا الَّذِي رَوَى عَنْهُ مَرْوَانُ لا يُعْرَفُ وَسَأَلْتُهُ: بَلَغَكَ أَنَّ أُمَّ الطُّفَيْلِ سَمِعَتْ مِنَ النَّبِيِّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)؟ قَالَ: لا أَدْرِي وَقَالَ: سَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلالٍ مدنيٌّ لا بَأْسَ به[23]

۱۰۔شرح علل الترمذی از علامہ ابن رجب الحنبلی(۷۹۵ھ):

امام عبدالرحمٰن بن رجبؒ کی مشہور تالیفات میں سے ایک ہے جس میں انہوں نے امام ترمذیؒ کی دونوں کتبِ علل (الکبیر والصغیر) کو سامنے رکھ کر تالیف کیا ہے۔ البتہ اس میں انہوں نے ترتیب اپنی مقرر کی ہے۔ امام ترمذیؒ کی دونوں کتب کی مباحث کو مضامین کے مطابق یکجا بھی کیا ہے۔ اور شروع میں ایک بہت ہی غزیر الفائدۃ مقدمہ کو احاطہ تحریر میں لائے ہیں جس میں علل کی اہمیت و قواعد پر مشتمل بہترین مباحث ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے کئی اہم مصادر سے بھی استفادہ کیا ہے جن میں امام بخاریؒ کی کتبِ علل و تواریخ بھی شامل ہیں۔ ابنِ رجبؒ نے شرح علل الترمذی میں امام ترمذیؒ پر نقد و

استدراک بھی کیاہےاوراس میں نامکمل یا تشنہ از تعبیر مقامات پرمزید بحث کو شامل کرتے ہوئے بالامثلہ وضاحت کی ہے۔ البتہ اکثر مقامات پر اضطراب و عدمِ ربط کا شائبہ ہوتاہے۔ جس کو اگر باریک بینی سے دیکھا جائے تو ماہر اس کو معلوم کر لیتاہے۔ ممکن ہے یہ امر اصلِ کتاب میں ترتیب نا ہونے کہ وجہ سے پیش آیا ہو۔

علامہ ابنِ رجبؒ اولاً امام ترمذیؒ کی کلام کو نقل کرتے ہیں، بعد ازاں اس پر نقد اور ممکنہ توضیحات وامثلہ کو شامل کرتے ہیں۔ اس اسلوب سے ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے امام ابن رجبؒ نے امام ترمذیؒ کی کلام کو ترجمۃ الباب بنادیا ہو اور اپنی کلام کو اس کا ذیل۔ اسی طرح امام ترمذیؒ کی کلام جہاں مختصر یا مبہم ہوتی ہے اس کی ایضاح و تمثیل سے خوب کام لیتے ہیں بلکہ ممکنہ جوانب کا بھرپور استقصاء کرتے ہیں اور علماء و ناقدین کے اقوال کو نقل کرنے میں بالکل اختصار سے کام نہیں لیتے۔ نیز جہاں امام ترمذیؒ کی کلام پر استدراک کی ضرورت محسوس ہوتی ہے خوب تفصیل سے نفسِ مسئلہ کی وضاحت کرتے ہیں اور اس کو حل کرتے ہیں۔ اس دوران امام ترمذیؒ کی جلالتِ علمی کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہیں اور احسن اور مؤدبانہ انداز میں اختلاف کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر امام ترمذیؒ کا دعویٰ کہ اس کتاب میں صرف دو روایات معمول بہا نہیں ہیں، کی یوں تردید کرتے ہیں:

وقد وردت أحاديث أخر ذكر بعضهم أنه لم يعمل بها أيضا فمنها ما أخرجه الترمذي وأكثرها لم يخرجه فمنها حديث: من غسل ميتا فيغتسل ومن حمله فليتوضأ وقد قال الخطابي: لا أعلم أحدا من العلماء قال بوجوب ذلك ولكن القائل باستحبابه يحمله على الندب وذلك عمل به. ومنها حديث: أنه ﷺ توضأ ثلاثا، ويقال: ومن زاد على هذا أو نقص فقد أساء وظلم. ومنها حديث: التيمم إلى المناكب والآباط. ومنها حديث: التيمم إلى نصف الذراعين. ومنها حديث: الأكل في الصيام بعد الفجر. ومنها حديث أنس في أكل البرد للصائم[24]

المختصر یہ کہ امام ترمذیؒ کا دعوی کہ صرف ان کی الجامع میں دو احادیث ایسی ہیں جو معمول بہا نہیں ہے، بالکل درست نہیں کیونکہ صرف دو نہیں بلکہ درج بالا احادیث (حدیث من غسل میتا فیغتسل و من حملہ فلیتوضأ، حدیث إنہ ﷺ توضأ ثلاثا، حدیث التیمم إلی المناکب والآباط، حدیث التیمم إلی نصف الذراعین، حدیث الأکل فی الصیام بعد الفجر اور حدیث انس فی إکل البرد للصائم بھی معمول بہا ثابت نہیں۔

اسی طرح امام ترمذیؒ پر اعتراض بھی وارد کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر امام ترمذیؒ جو مذاہبِ فقہاء یا کتبِ علل سے اقوال نقل کرتے ہیں ان کے بارے کہتے ہیں کہ یہ اقوال بلاسند اور مجمل ہیں۔ چنانچہ ان اسانید کی حقیقت پر اطلاع نا ہونے کہ وجہ سے ضعف کا گمان اور احتمال باقی رہتاہے۔[25] امام ترمذیؒ کی الجامع کا منہج بھی ضمنی طور پر بیان کرتے ہیں اور اس کی امثلہ بھی ذکر کردیتے ہیں۔ اس کتاب کے دوسرے باب میں امام ابن رجب نے علم العلل کے حوالے سے قواعد اور منتشر مواقف کو جمع کرتے ہوئے بہت ہی مدلل کلام پیش کی ہے۔ اس میں متداول اور معروف کتبِ علل سے انتخاب کرکے قواعدِ علمِ علل کو ترتیب دیا ہے جو اس کتاب کی اہمیت وافادیت کو متاخرین کی تمام کتب میں بڑھا دیتا ہے۔

علل الحدیث کی مباحث پر مشتمل تالیفات:

گذشتہ بحث میں علم علل الحدیث کی مشہور کتب کا تعارف پیش کیا گیا تھا جو متقدمین کی تحقیقات پر مشتمل تھیں، نیز اس سنہری

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020

DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21972020***

دور میں تحریر کی گئی تھیں جو علمِ علل الحدیث و نقدِ رجال کے حوالے سے عروج پر سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بعد ناقدین اور علل کے ماہرین بلکہ آج تلک سبھی اس کے خوشہ چین ہیں۔ نئی سے نئی تحقیق یا تالیف ان سے صرفِ نظر کیے بنا وجود میں نہیں آسکتی۔ معاصر دور میں بھی اس حوالے سے تحقیقات جاری ہیں۔ اس لیے یہاں عصرِ حاضر کی اہم کتب کی فہرست دی جا رہی ہے جو علمِ علل الحدیث کے حوالے سے تحقیقات پر مشتمل ہیں اور کسی نا کسی ضمنی موضوع کا احاطہ کرتی ہیں۔ لیکن ان سے قبل ایسی تصانیف کا تذکرہ ضروری ہے جو علل کی مباحث یا مظان العلل (علل کے ممکنہ وجود کی جگہیں یا مباحث پر مشتمل کتب) ہیں۔ اس لیے خاص علل پر لکھی گئی کتابیں ہی ان مباحث پر مشتمل نہیں بلکہ کئی اور بھی کتب ہیں جو علل کی مباحث پر مشتمل ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہیں؛

علل کی ضمنی مباحث پر مشتمل کتب:

ان کتبِ مذکورہ کے علاوہ بھی کچھ کتب ایسی ہیں جن میں بالعموم علل کا بیان اور ان سے متعلقہ امور و توضیحات کا تذکرہ مل جاتا ہے۔ ان کی اصناف درج ذیل ہیں:

۱۔ **مسند مرویات کی کتب:** مثال کے طور پر الجامع از امام ترمذیؒ، السنن از امام نسائیؒ، السنن از امام دار قطنیؒ اور حلیۃ الاولیاء از ابو نعیم اصفہانیؒ وغیرہ۔

۲۔ **کتبِ تخریج:** مثال کے طور پر تحفۃ الاشراف از امام مزیؒ، نصب الرایۃ از امام زیلعیؒ، المغنی عن حمل الاسفار از امام عراقیؒ، البدر المنیر از امام ابن الملقنؒ، اتحاف المھرۃ، التلخیص الحبیر اور الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ از امام ابن حجر عسقلانیؒ۔

۳۔ **کتبِ تراجم رجال:** مثال کے طور پر الضعفاء الکبیر از امام بخاریؒ، الکامل از امام ابن عدیؒ، میزان الاعتدال از امام ذہبیؒ اور لسان المیزان از امام ابن حجر عسقلانیؒ۔

۴۔ **کتبِ تواریخ:** مثال کے طور پر امام بخاریؒ کی تواریخ (کبیر و صغیر)، امام ابن ابی خیثمہؒ کی کتاب التاریخ، التاریخ از امام طبریؒ، تاریخ بغداد از خطیب بغدادیؒ اور تاریخ دمشق و تاریخ الاسلام از امام ذہبیؒ۔

۵۔ **کتبِ حدیث کی شروحات:** خاص طور پر التمھید لما فی الموطا من المعانی والاسانید از امام ابن عبد البر:۔ المنھاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج از امام نوویؒ، النفح الشذی شرح الجامع الترمذی از امام ابن سید الناسؒ، فتح الباری از امام ابن رجبؒ، فتح الباری از ابن حجرؒ، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر از امام مناویؒ، سبل السلام شرح بلوغ المرام از امام صنعانی اور نیل الاوطار از امام شوکانیؒ۔

۶۔ **فقہ المحدثین کی نمائندہ کتب:** مثال کے طور پر امام ابن منذرؒ کی کتاب الاوسط، شرح معانی الآثار اور شرح مشکل الآثار از امام طحاویؒ، الاستذکار از امام ابن عبد البرؒ، الخلاصۃ والمجموع از امام نوویؒ، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق فی الفقہ الحنفی از امام زیلعیؒ، المغنی فی الفقہ الحنبلی از امام ابن قدامہؒ۔

۷۔ **مصطلح الحدیث کی کتب:** المحدث الفاصل از امام رامھرمزیؒ، معرفۃ علوم الحدیث از امام حاکمؒ، معرفۃ انواع علم الحدیث از امام ابن الصلاحؒ اور ان کی شروح خاص طور پر ابن حجرؒ کی کتب؛ النکت اسی طرح اُن کی ذاتی تالیف نزھۃ النظر وغیرہ۔

۸۔ **کتب السؤالات:** مثال کے طور پر سؤالات ابن ابی شیبۃ از امام علی بن المدینیؒ، سؤالات تلامذۃ احمد بن حنبلؒ خاص طور پر ان کے بیٹوں کے، اسی طرح امام ابو داؤدؒ کے سؤالات، امام اثرمؒ و امام دار قطنیؒ کے تلامذہ امام برقانیؒ و سہمیؒ اور یحییٰ بن بکیرؒ وغیرہ کے سؤالات اور بالخصوص امام حاکمؒ کی کتب۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020

DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21972020***

۹۔ مراسیل کی کتب: مثال کے طور پر امام ابوداؤد کی المراسیل، امام ابن ابی حاتمؒ کی المراسیل اور امام علائیؒ کی جامع التحصیل۔

۱۰۔ مصادر روایت کے مناہج پر مشتمل تالیفات: مثال کے طور پر فتح الباری کا مقدمہ ھدی الساری، فتح الملھم شرح صحیح مسلم کا مقدمہ، تحفۃ الاحوذی کا مقدمہ، اسی طرح الامام الترمذی والموازنۃ بین جامعہ وا لصحیحین از نور الدین عتر۔

کتبِ طبقات: مثال کے طور پر امام ابن سعدؒ کی طبقات اور امام خلیفہ بن خیاطؒ کی طبقات۔

کتبِ افراد (مرویات): البحر الزخار از امام بزارؒ، معاجم ثلاثہ از امام طبرانیؒ، الافراد از امام دارقطنیؒ، امام ابن طاہرؒ کی الاطراف۔

خلاصہ بحث:

پیش کردہ تحقیق سے درج ذیل حقائق اور نتائج سامنے آتے ہیں:

1. علمِ علل الحدیث نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال کی درست حیثیت کو جانچنے اور ان کے قابل عمل ہونے یا نا ہونے کو ثابت کرنے والا علم ہے اور اس کی داغ بیل ابتدائی دور (جس میں حدیث نبوی کی جمع تدوین کی گئی) میں پڑچکی تھی۔
2. اس علم میں کبار اور جہابذہ علماء کے علاوہ کوئی محقق اس وقت تلک ملکہ وصلاحیت تامہ حاصل نہیں کرسکتا جب تک وہ اس علم کی اولین اور بنیادی کتب کو ازبر نا کرلے، بلکہ ان کی عبارات، اصولوں اور قاعدوں کے اطلاقات کو بھی بخوبی جان لے۔
3. ابتدائی صدیوں میں لکھی جانے والی کتب میں علل کی مباحث اصولی نوعیت کی ہیں، جن کے ساتھ ساتھ معلول احادیث کی امثلہ اور مجروح یا غیر ثقہ رواۃ بارے تصریحات کو خاص طور پر ذکر کیا گیا تھا۔
4. اولین کتب میں امام علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل اور امام بخاری، امام مسلم رحمھم اللہ کی کتب شامل ہیں جن میں علل کی مباحث بہترین اور جامعیت ومانعیت کے ساتھ درج کی گئی ہیں۔
5. امام ابو حاتم رازیؒ، امام ترمذیؒ اور اسی طرح امام دارقطنیؒ اور امام ابن رجب حنبلیؒ کی کتب کو جدت اور حسنِ ترتیب کی وجہ سے کتبِ علل میں منفرد مقام حاصل ہے۔ موخر الذکر کی کتاب شرح علل الترمذی اس اعتبار سے مبتدی ومنتہی تمام محققین کے لیے بہترین قرار پائی ہے کہ اس میں مولف ابن رجب حنبلیؒ نے متقدمین کی کتب کی مباحث اور ان کی آراء کے ساتھ ساتھ اصولی وقواعد کی مباحث کو خاص عنایت بخشی ہے اور جمعِ علل واسئلہ میں مقدور بھر سعی کی ہے۔
6. اس کے علاوہ وہ کتب جو علل کی مباحث کو متضمن ہوتی ہیں ان میں خاص طور پر سوالات، مسانید، تخریج، مراسیل، علم المصطلح، تراجمِ رجال، شروحاتِ احادیث، کتبِ تواریخ وغیرہ بھی ہیں جن میں محقق کو علل کی مباحث اور اس علم کے ماہر ناقدین کی آراء ملتی ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

[1] الخطیب ، أحمد بن علی، الجامع لاخلاق الراوی، مکتبه المعارف، الریاض،۲۰۰۵ء، صفحه : ۱۹۰۸
[2] النووی، یحیی بن شرف ، مقدمه شرح مسلم، دار إحياء التراث العربي، بیروت، ۱۳۹۲ھ، جلد: ۱، صفحه : ۶
[3] ابن رجب، زین الدین عبد الرحمن الحنبلي ،شرح علل الترمذي،مکتبه العلمیه، الاردن، ۱۴۰۷ھ، جلد:۲، صفحه: ۸۹۴
[4] الحاکم، محمد بن عبد الله ، معرفة علوم الحديث ، دار الکتب العلمية، بیروت، ۱۹۷۷ء، صفحه:۲۵۹

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |June -2020
Published: 30-Aug-2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21972020***

[5] البقاعي ، ابراهيم بن عمر ، النكت الوفية، مكتبة الرشد ناشرون، ٢٠٠٧ ء، جلد: ١، صفحه: ٥٠٣

[6] الحاکم، معرفة علوم الحديث، صفحه : ٥٩

[7] ابن حجر عسقلانی،احمد بن فضل، النكت على كتاب ابن الصلاح، عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية، المدينة المنورة، ١٩٨٤ء، جلد٢، صفحه: ٧٧٧

[8] المدینی، علي بن عبد الله، كتاب العلل، ت: محمد مصطفی الأعظمي،مطبع المكتب الاسلامی، بیروت، ١٩٨٠ء، صفحه: ٨١

[9] الشیبانی، احمد بن حنبل، العلل ومعرفة الرجال،ت: وصي الله بن محمد عباس، دارالخانی، ریاض، سن ٢٠٠١ء، جلد: ١، صفحه: ١٨٤

[10] ایضاً

[11] الترمذی، محمد بن عیسی، العلل الصغیر، دار إحياء التراث العربي ، بیروت، س ن ، صفحه:٧٣٧

[12] ایضاً

[13] الترمذی، محمد بن عیسی، العلل الكبير ، طبع عالم الكتب مكتبة النهضة، بیروت، ت: ابو طالب القاضی، ١٤٠٩ھ، صفحه: ٢٦٦

[14] الذهبی، محمد بن أحمد بن عثمان، سير اعلام النبلاء، دار الحديث، القاهرة، ٢٠٠٦ء، جلد: ١٣، صفحه: ٢٤٧

[15] الذهبی، محمد بن أحمد بن عثمان، تذكرة الحفاظ، دار الكتب العلمية، بيروت ، ١٩٩٨ء، جلد: ٣، صفحه: ٨٢٩

[16] ابن كثير، إسماعيل بن عمر، اختصار علوم الحديث، ت: أحمد محمد شاكر، دار الكتب العلمية، بيروت ، صفحه: ٦٣

[17] الرازی، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، کتاب العلل، ت: دکتور سعد بن عبدالله الحمید، مطابع الحمیصی، سن ٢٠٠٦ء، جلد:١، صفحه: ٣٨٩

[18] ابن ابی حاتم، کتاب العلل ، جلد: ١،صفحه: ٤١٩

[19] الدارقطنی،علی بن عمر ، العلل الواردة فی الاحاديث النبوية، ت: محفوظ الرحمٰن زين الله السلفی، دار طيبه، رياض ، ١٩٨٥ء

[20] الخطيب ، بكر أحمد بن علي بن ثابت ، تاريخ بغداد ، ت: الدكتور بشار عواد معروف، دار الغرب الإسلامي ، بيروت، ٢٠٠٢ء، جلد: ١٢، صفحه: ٣٨

[21] الدارقطنی، علی بن عمر، الالزامات والتتبع، العلمية، بيروت، ١٩٨٥ء، صفحه: ٧٤

[22] ایضاً

[23] المقدسی، عبد الله بن أحمد بن قدامه، المنتخب (ل۔احمد بن محمد الخلال)، دارالرأيه للنشر والتوزيع، رياض، ت: طارق بن عوض الله ، ١٩٩٨ء، جلد: ١، ص: ٢٨٣

[24] الحنبلی ، احمد بن رجب بن الحسن ، شرح علل الترمذي، مكتبة المنار ، الزرقاء ، ١٩٨٧ء، جلد: ١، صفحه: ٥٠

[25] الحنبلی ، احمد بن رجب بن الحسن ، شرح علل الترمذي ، جلد: ١، صفحه: ٥١

@ 2017 by the author, Licensee University of Chitral, Journal of Religious Studies. This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).